ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے مظاہر (بحوالہ آگ کا دریا اور کار جہاں دراز ہے)

Expressions of Islamic culture and Civilization in Quratulain Hayder's Novels

ڈاکٹر آصف اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

Dr. Asif Iqbal

Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore Leeds University, Lahore

Abstract:

Qurratulain Haider was a scholar and significant personality of Urdu literature and translation. She was a great Novelist of subcontinent and the critics admire her versatility she presented in her Novels. Culture and civilization represent different aspects of the life of a society and Haider's novels depict all the aspects of subcontinent Hindu Muslim civilization which is panorama of different cultures and civilization. In this Scenario, Muslim civilization has its distinct recognition. Aag ka Dariya, his Magnus opus, is a land mark novel that describes many crucial epochs of history. Kaar-e-Jahan Daraz hei" is also a great biographical Novel. The research paper mainly aims to explore the expression of Islamic civilization and culture present in her Novels especially in Aag ka Dariya and Kaar-e-Jahan Daraz hey.

Key Words: Literature, Translation, versatility, culture, Muslim Civilization, Novel, Expression.

بنیادی الفاظ: ادب، ترجمہ، ہر فن مولا، ثقافت، مسلم تہذیب، ناول، اظہار

کسی معاشرے کی انفرادیت، اجتماعی بقا اور زندگی کے ہمہ جہت پہلوؤں کا اظہار اس کی تہذیب و ثقافت سے ہوتا ہے۔ قوموں کے معاشرتی اور تہذیبی ارتقا و بقا کے لیے خاندان، معاشرہ، معاشرتی نظم و نسق اور اس سے وابستہ زندگی کے تمام لوازمات ہیں جو اسے تقویت پہنچاتے اور قوموں کی برادری میں نئی پہچان دیتے ہیں۔ تہذیب دراصل بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے تسلسل کا نظام ہے جو معاشرے کی طرز زندگی اور فکر و احساس کا جوہر ہوتا ہے۔ تہذیب و ثقافت یعنی وہ رسم و رواج اور طور طریقے جو ہماری اور آپ کی زندگی پر حکم فرما ہیں اور وہ تمام عقائد و نظریات جو ہماری انفرادی اور سماجی زندگی میں شامل ہیں۔ تہذیب و ثقافت انسانی زندگی کا بنیادی اصول ہے۔ یہ قوموں کے تشخص کا اصلی سرچشمہ ہے۔ قوم کی ثقافت اسے ترقی یافتہ، باوقار، قوی و توانا، عالم و دانشور، فنکار و ہنرمند اور عالمی سطح پر محترم و باشرف بنا دیتی ہے۔ تہذیب لفظی اور تاریخی اعتبار سے سماجی اور اجتماعی زندگی سے وابستہ ہے۔ عربی زبان میں تہذیب کے لیے مدنیت، حضارت، ثقافت اور انگریزی میں Civic, City, Civil جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو Civilization کے مصدر کے طور پر مستعمل ہے۔ دنیا کے مختلف معاشروں کے درمیان باہمی ہم آہنگی اور اشتراک عمل، خیالات، اقدار، ادارے، تعلقات اور نظام ہائے زندگی کا سبب تہذیب ہے۔ ثقافت (Culture) اور تہذیب (Civilization) کی اصطلاحیں عمرانیات، تاریخ اور فلسفے کے مباحث میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی تکنیکی تعریف میں کہیں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہیں ان دونوں کو مترادف بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ عقیدے، اقدار اور اصولِ حیات کی بنیادی قدریں جو کسی انسانی گروہ کی مشترک اساس ہوں اور جن کی بنیاد پر کسی قوم یا جماعت کو معاشرے میں ایک واضح تشخص اور شناخت حاصل ہو، وہ اس کی ثقافت کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین لکھتے ہیں:

> "تہذیب نام ہے اقدار کے ہم آہنگ شعور کا جو ایک انسانی جماعت رکھتی ہے۔ جسے وہ اپنے اجتماعی ادارات میں ایک معروضی شکل دیتی ہے، جسے افراد اپنے جذبات و رجحانات، اپنے سجاؤ اور برتاؤ میں، اور اُن اثرات میں ظاہر کرتے ہیں جو مادی اشیا پر ڈالتے ہیں۔" (۱)

اسی طرح انسائکلوپیڈیا برٹانیکا میں تہذیب کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"The achievement of a culture that is complex enough to sustain a heterogeneity of people and ideas able both to preserve its past and sponsor innovation and possess the resources to ensure the transmission of its style and values as well as the unity of the people who comprise it."(۲)

ثقافت عقیدہ، فکر، عادات اور اخلاق واطوار کے ساتھ ساتھ سیاسی، اجتماعی اور معاشرتی اداروں حتیٰ کہ بین الاقوامی میدانوں میں بھی اپنے آثار چھوڑتی ہے، جو مختلف علوم وفنون کے وجود کا باعث بنتی ہے۔ تہذیب کا ارتقا چار عناصر اقتصادی ذرائع، سیاسی نظام، اخلاقی اقدار وروایات، مختلف علوم وفنون کے سبب ہے۔ کسی بھی تہذیب کا تعلق کسی خاص خطۂ ارضی یا کسی خاص نسلِ انسانی سے نہیں ہوتا بل کہ اس میں تمام دنیا اور دنیا کی تمام نسلیں شامل ہیں۔ ایسی تہذیب جس کا پیغام عالم گیر، انسانیت نوازی پر مبنی، اخلاقی قدروں کا پاسدار اور جس کے اصول وضوابط حقیقت پسندی پر مبنی ہوں، تاریخ میں ابدیت حاصل کرتی ہے اور ہر زمانے میں اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ رشید حسن خاں کے مطابق:

"تہذیب ایک ایسا نقش ہے جس کو تہہ نشیں ہونے اور سنورنے کے لیے خاصی لمبی مدت درکار ہوتی ہے۔ یہاں ضابطے بنتے ہیں، بنائے نہیں جاتے۔ بے شمار عناصر قدرتی طور سے آمیزش وآویزش کے تہ در تہ عمل سے دوچار رہتے ہیں۔ بنتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ تب صورتوں کی نمود ہوتی ہے۔ جس طرح اچھی شاعری کو محض صنعت گری راس نہیں آتی۔ اسی طرح تہذیبی سطح پر بھی ایسی کوشش دیر پا نہیں ہوتیں جن کی مدد سے کوئی طبقہ یا علاقہ یہ چاہے کہ تہذیبی عوامل کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال لیا جائے یا یہ کہ ارتقائے تہذیب یا تشکیل تہذیب کے آہستہ خرام فطری قانون کو تبدیل کر لیا جائے۔"(۳)

اسلامی تہذیب بھی، انسانی تہذیبوں کے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے مختلف امتیازی خصائص کی بنا پر عالمی تہذیبوں میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ اس کی پہلی خصوصیت عقیدہ وحدانیت ہے۔ کائنات کی ہر شے کا خالق ومالک صرف اللہ ہے۔ اسی کے لیے عبادت اور پرستش ہے اور اسی سے اپنی حاجات وضروریات بیان کرنا چاہیے۔ اس کی دوسری خصوصیت تمام عالم کے انسانوں کو حق، بھلائی اور خلقی شرافت وکرامت کی بنیاد پر ایک کنبہ قرار دینا ہے۔ اس کی تیسری اہم خصوصیت اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپنے تمام ضابطہ ہائے حیات میں اولیت دینا اور چوتھی خصوصیت سچے اصولوں پر مبنی علم کو خوش آمدید کہنا اور پکے مبادیات پر مبنی عقائد کو اپنی توجہ کا مرکز قرار دینا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کشادہ ظرفی، انصاف، رحم وکرم اور انسانیت کے عظیم اصولوں کی ترویج ہے۔ بہ قول مارماڈیوک ولیم پکتھال:

"تہذیب سے مراد انسانی دل ودماغ کی آرائش ہے۔ اسلامی تہذیب کا مقصد کسی ایک فرد یا کسی خاص قوم کی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی آراستگی ہے۔"(۴)

اسلامی تہذیب جن اصولوں پر عمل پیرا ہے اور اس کے اصول زندگی اور اخلاقیات کے جو معیار ہیں ان پر بحث کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی تہذیب کا پہلا عنصر دینی عقائد، اسلامی اصول زندگی اور اخلاقیات ہے۔ یہ عنصر دنیا کے مختلف ممالک کے مسمانوں کی تہذیبوں کا مشترکہ حصہ ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی ملک، کسی گوشے میں بستے ہوں اور ان کی زبان اور ان کا لباس خواہ کچھ ہو، یہ قدر مشترک ان میں ضرور پائی جاتی ہے اور اسی بنا پر وہ ایک خاندان کے افراد اور ہر جگہ ایک ہی تہذیب کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔"(۵)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ایک وقت تھا جب دنیا حکومت و سلطنت، علم و حکمت اور قیادت و سیادت ہر میدان میں اسلامی حکمرانوں زیر نگیں تھی اور دیگر اقوام اس کی پیروی کرتی تھیں لیکن جب اس کا زور جاتا رہا تو تہذیبی طاقت بھی بے معنی ہو گئی۔ ہندوستان کی مغل حکومت ہو یا سلطنت عثمانیہ، جب زوال کا شکار ہوئیں تو اسلامی تہذیب و تمدن بھی اغیار کی دست برد سے محفوظ نہ رہا اور مسلمانوں کا ایک وسیع طبقہ مغربی عسکری برتری اور تہذیب و ثقافت کے سامنے خود کو پسماندہ سمجھنے لگا۔ ہندوستان پر مغربی تہذیب کے اثرات بہت دور رس تھے۔ ہندوستان ایک کثیر لسانی، مذہبی، ثقافتی اعتبار سے مختلف تہذیبوں کے مرکز کے طور پر پوری دنیا میں پہچانا جاتا ہے۔ یہاں مختلف مذاہب اور مختلف تہذیبوں نے ایک دوسرے پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہاں بسنے والوں نے اپنی الگ الگ تہذیبی شناخت قائم کرتے ہوئے ایک دوسرے کے اثرات قبول کیے ہیں۔ زبان و ادب اور دیگر علوم و فنون نے بھی انہی تہذیبی اثرات کو قبول کیا۔ ڈاکٹر سید محمود لکھتے ہیں:

> اسلامی تہذیب ہندوستان آکر اپنا اصلی رنگ قائم نہ رکھ سکی۔ ہندو تہذیب بھی اپنا قدیم روپ قائم نہ رکھ سکی اور ان دونوں کے میل سے ایک تیسری تہذیب نے جنم لیا۔ جسے ہم لوبون کی زبان میں اسلامی تمدنِ ہند" یا صاف طور پر "انڈو مسلم کلچر" (ہندو مسلم تہذیب) کہہ سکتے ہیں۔ یہی وہ ہندو مسلم تہذیب ہے جو اکبر اور دوسرے مغل بادشاہوں کے دربار میں پرورش پاتی رہی اور آج سے پچاس سال پہلے تک، اعلیٰ اور متوسط طبقوں میں شائستگی کا معیار قرار دی جاتی رہی۔ آج اسی کو مسلمان اپنی کم علمی کی وجہ سے اسلامی تمدن کہنے لگے ہیں۔"(۶)

تخلیقی ادب اور تاریخ کا باہمی اشتراک عمل ہے۔ تخلیق کار تہذیبی چشموں سے استفادہ بھی کرتا ہے اور ان سے نئے راز منکشف بھی کرتا ہے۔ اس کا مطالعہ ماضی سے وابستہ ہو کر حال کی تفہیم کرتا ہے اور اسے مستقبل کے تخلیق کار کے طور پر سامنے لاتا ہے۔ ہندوستان کے ناول نگاروں میں قرۃ العین حیدر (۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء۔ ۲۱ اگست ۲۰۰۷ء) کا نام اس لحاظ سے نمایاں ہے کہ انھوں نے اسلامیان ہند کے تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کو اپنے تمام ناولوں میں خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ ان ناولوں کی تہذیبی فضا "میرے بھی صنم" سے لے کر "کار جہاں دراز ہے" تک میں ہندوستان کی تہذیبی وراثت، مغلیہ عہد کی معاشرت، جاگیرداری نظام، اشرافیہ کی اقدار و روایات، اسلام اور اسلامی تہذیب کے خدوخال اور اسلام کے پیروکاروں خصوصاً صوفیا کی مختلف مذاہب کے ساتھ رواداری کا بیان ہے۔ اس میں ہندوستان کی مشترکہ تہذیبی اور ثقافتی فضا کو تاریخی تناظر میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیبی اور ثقافتی مظاہر کو بھی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ قرۃ العین حیدر کی وسیع النظری بے مثال ہے۔ وہ اس خطے کے مشترک کلچر، بھگتی تحریک، مغلوں اور سلاطینِ دہلی کے زمانے سے بھی پہلے بودھوں، کوروؤں، پانڈوؤں اور آریوں کے تہذیبی تسلط اور شعوری و لاشعوری رشتوں کی بازیافت کے وسیلے سے بنیادی سوالات کو اظہار کی زبان دیتی ہیں۔ قرۃ العین حیدر کے عہد میں موجود جاگیرداری، تعلقہ داری، زمیندارانہ نظام، مغلیہ سلطنت کا مکمل انحطاط، اودھ کی تہذیب، مسلم معاشرے کی زوال پذیری، انگریزوں کی ہندوستان پر مکمل عملداری، غدر، سرسید کی تحریک علی گڑھ، کانگریس کی فعالیت، دو بڑی عالمی جنگیں (خود ان کا اپنا زمانہ)، تقسیم ہند، ہجرت و فسادات جیسے سانحات پیش آئے۔ قرۃ العین حیدر نہ صرف ان تمام تبدیلیوں اور تغیراتِ زمانہ کا تماشہ بھی بنی اور تماشائی بھی۔ قرۃ العین کا تاریخی و تہذیبی شعور ان کے عہد کی تہذیبی، تعلیمی، ادبی، سیاسی، صحافتی سرگرمیوں اور زندگی کے عمیق مطالعہ سے پھوٹتا ہے۔ ان کا ناول "آگ کا دریا" برِصغیر کی اڑھائی ہزار سالہ تاریخ ہے جس میں گوتم بدھ، انگریزوں کی آمد، تحریک پاکستان، قیام پاکستان اور ان سب واقعات سے وابستہ تاریخی جبریت، تصورِ زماں اور انسانی تہذیب کے عروج و زوال کی داستان موجود ہے۔ قرۃ العین حیدر کا ناول "آخرِ شب کے ہمسفر" بنگال میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے تہذیبی و تاریخی مطالعہ پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ "گردشِ رنگ چمن" برطانوی ہند میں نئے طبقات کی ظہور پذیری، اس عہد کا کالونیل ہندوستان، لوگوں کی اس نظام سے مفاہمت، مسلمانوں کی تہذیبی اور ثقافتی اقدار میں تبدیلی کی داستاں سناتا ہے۔ "چاندنی بیگم" ہندوستان میں مسلم معاشرے کی تاریخ و تہذیب، مسلم معاشرت کے زوال، اٹھارویں صدی سے بیسویں صدی تک کا منطقی انجام، نئے طبقات کی ظہور پذیری، سرمایہ دارانہ معاشرہ اور مسلم تہذیب کی پرانی اقدار کے خاتمے کا نوحہ ہے۔ قرۃ العین حیدر کا ناول "کار جہاں دراز ہے" ایک مکمل سوانحی دستاویزی ناول ہے جس میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے نمائندہ کردار شامل ہیں۔ سید کمال الدین ترمذی، اخوند امام بخش، میر احمد علی، میر بندے علی، میر نذر الباقر، اکبری بیگم، سجاد حیدر، نذر سجاد حیدر اور مصطفیٰ باقر مختلف روپ میں اپنی اور اپنے عہد کی داستان سناتے ہیں۔ اس عہد کے کردار کی زبانی کہانی پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس عہد کی فضا اور ماحول کو تخلیق کیا جا سکے۔ ان کرداروں کی نفسی اور داخلی کیفیات کو ان ہی کی زبانی سے بیان کیا جا سکے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

قرۃالعین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" میں تہذیب وثقافت، طرز فکر، شاعری، تصوف، فن موسیقی، فن عروض، سیاست، حکمرانی، ہندوستان سے مغل حکمرانی کے خاتمے کی جھلکیاں سب کچھ موجود ہے ۔ناول کے بیانیے اوراس کی جزئیات نگاری میں تہذیبی عکاسی کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ناول "آگ کا دریا" کا اہم ترین مسلمان کردار ابوالمنصور کمال الدین ،جو اسلامی تہذیب وتمدن کا نمائندہ ہے، بغداد سے ہندوستان آیا ہوا ایک صاحبِ سیف وقلم عرب نوجوان ہے۔اس نے درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد ابنِ رشد، ابنِ خلدون، رازی، ابنِ سینا اور غزالی کے علاوہ تقریباً ہر قابل ذکر مفکر سے اپنا ذہنی رشتہ جوڑ لیا ہے۔ہندوستان آمد کے بعد اس نے سلطان حسین شرقی کی ملازمت اختیار کی اور اس کے کتب خانے کا نگراں مقرر ہوا۔قرۃالعین حیدر اس کردار کو یوں متعارف کرواتی ہیں:

"میں عرب ہوں۔میرا کام فلسفہ دانی ہے اور۔۔۔۔اس نے ذرا رک کر کہا میری ماں ایرانی تھی اور ایران والے، او بے وقوف لڑکی، شعر کے پرستار ہیں، خون نہیں بہاتے۔"(۷)

اسلام نے اہل دنیا کو جہاں تہذیب وثقافت کے نئے اسلوب متعارف کروائے وہیں علم کے حصول اور اس کی فضیلت کا ایک نیا معیار مقرر کیا اور عالم کو عام لوگوں پر فضیلت دی۔اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ علم وحکمت کے مراکز کھلے۔پہلے پہلے مساجد میں مدارس کا کام ہوتا تھا، پھر چوتھی صدی ہجری میں سب سے پہلا مدرسہ علیحدہ عمارت میں قائم ہوا، مشہور مفکر عالم ناجی معروف لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے مدرسہ کا نام "المدرسۃ الصادریہ" تھا جس کی بنیاد شام میں ۳۵۰ھ میں پڑی، پانچویں صدی ہجری میں مدرسہ صادریہ کے نہج پر کئی دوسرے مدارس قائم ہوئے جن میں قابل ذکر "مدرسہ بیہقیہ" اور مدرسہ سعدیہ ہیں جن کی بنیاد نیشاپور میں پڑی۔اس کے بعد اسلامی دنیا کا سب سے معروف ومقبول مدرسہ نظامیہ قائم ہوا، جس کو سلطان ارسلان سلجوقی کے علم دوست وزیر اعظم نظام الملک خواجہ حسن طوسی نے قائم کیا، اور بغداد میں ساتویں صدی ہجری میں عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے ۶۲۵ھ میں مدرسہ مستنصریہ کے نام سے قائم کیا، اور ۶۵۶ھ تک صرف بغداد میں اس طرح کل ۳۸ مدرسے بن چکے تھے۔(۸)

فاطمیوں کے دورِ حکومت میں مصر میں بہت سے بڑے بڑے مدارس قائم ہوئے اور صرف قاہرہ میں ۲۰ جامعات قائم ہو چکی تھیں۔ایوبیوں کے دور حکومت میں مصر کے اندر ۲۵ بڑے مدارس قائم ہوئے، ہزاروں مکاتب بنائے گئے۔اندلس میں صرف قرطبہ کے اندر الحکم المستنصر الثانی بن عبدالرحمن الناصر کے دور حکومت میں ۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ) میں ۸۰ عظیم الشان درسگاہیں تھیں، غرناطہ میں جامعہ علمیہ کبریٰ کے علاوہ جس کی بنیاد سلطان یوسف ابوالحجاج نے رکھی تھی، کل سترہ بڑے مرکزی ادارے تھے۔علمی مراکز اور کتب خانوں کی تعمیر میں بھی مسلمانوں نے حیرت انگیز رول ادا کیا ہے، قاہرہ، بغداد، دمشق، قرطبہ، غرناطہ میں بہت عظیم الشان کتب خانے، لائبریریاں تھیں، جن میں ہزاروں نادر ونایاب کتابیں ہوا کرتی تھیں، علمی مجالس قائم ہوتی تھیں، تحقیق وتصنیف کا کام اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا تھا۔بیت الحکمۃ اور خزانۃ الحکمۃ جیسے علمی مراکز میں ہزاروں علماء تحقیق میں مصروف ہوتے تھے، جن کی سرپرستی خلیفہ کرتے تھے۔علماء فارس نے ترجمہ کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیے، عبداللہ بن المقفع نے کلیلہ دمنہ جیسی اہم ادبی کتاب کو فارسی سے سلیس فصیح رواں عربی میں منتقل کیا، جس پر ترجمہ کا گمان تک نہیں ہوتا۔عباسی خلیفہ مامون الرشید نے بغداد میں بیت الحکمۃ کے علاوہ ایک فلکی درس گاہ بھی بنائی تھی، جس میں ماہرین فلکیات کا ایک گروہ ستاروں کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھتا تھا۔قرۃالعین حیدر کے ناول میں اسلامی علوم کے مراکز کی نشاندہی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جو وہ ابوالمنصور کمال کے کردار کے ذریعے پیش کرتی ہیں، جب وہ کہتا ہے:

"سلطان کے کتب خانے کا نگران ہوں۔"(۹)

"اب سلطان کا حکم تھا کہ پنڈتوں کی مدد سے سنسکرت اور پالی اور پراکرت اور مگدی میں لکھی ان بے تکی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرے۔"(۱۰)

اسلامی تہذیب وثقافت کے نمائندے کی حیثیت سے ابوالمنصور کمال الدین علم کے ان تمام مراکز سے فیضیاب ہو چکا ہے جو اس دور میں مشہور تھے اور مشرق ومغرب میں یکساں مقبول تھے۔وہ اپنی شناخت یوں ظاہر کرتا ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"وہ بخارا کے ابن سینا، الفارابی اور ایران کے فخر الدین رازی اور اندلس کے ابن رشد اور ابن العربی کا مفصل مطالعہ کر چکا تھا۔ ابن خلدون کو وہ اپنا گرو سمجھتا تھا اور ارادہ کر رہا تھا کہ عرب اقوام کی تاریخ لکھنا شروع کرے۔"(۱۱)

یہ وہ دور تھا جب حصول علم کے لیے طالب علم دور دراز کا سفر کرتے تھے۔ سیاحت کو علم کے حصول کا بڑا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور طالب کے سامنے ایسے اشخاص بطور مثال اور رہنما کے تھے جو دنیا کی سیاحت اور اس کی صعوبتوں سے آشنا تھے۔ بائیس سال کی عمر تک بغداد میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ابنِ خلدون کو دل ہی دل میں اپنا گرو مان کر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ عرب قوم کی تاریخ لکھے۔ چناں چہ وہ جونپور کے سلطان حسین شرقی کے دربار میں پہنچتا ہے۔ جونپور جس کو لوگ ہندوستان کا شیراز کہنے لگے تھے، شرقیہ سلطنت کا پایہ تخت، جس کی بنیاد ملک الشرق خواجہ جہاں نے رکھی تھی۔ شرقیہ سلطنت ہند میں تہذیب کا عظیم الشان مرکز بن چکی تھی۔ دکن کی بادشاہتوں کی مانند ان کی حکومت بھی خالص ہندی حکومت تھی۔ انھوں نے خوب صورت عمارتیں بنوائیں، باغ لگوائے، علوم و فنون کی سرپرستی کی۔ چناں چہ دور دور سے اہلِ علم و فن جونپور میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

ہندوستان میں صوفیا کی اسلام کے لیے مساعی اور کامیابی کا سبب سادگی سے اسلامی تعلیمات کا درس اور روحانیت کی تعلیم تھی۔ صوفیا نے دین کی تبلیغ کا بالواسطہ طریقہ اپنایا تھا۔ برہمن ازم کے ذات پات کے نظام اور مذہبی جبر پر گوتم بدھ نے ضرب لگائی لیکن صوفیا نے رواداری کے فروغ سے انسانیت کو تعصبات اور ترجیحات کی زنجیروں سے آزاد کرایا۔ صوفیا کی تعلیمات جو رواداری اور انسانیت سے محبت درس دیتی تھیں، یہ رواداری اور محبت کا درس مذاہب کی قید سے آزاد تھا۔ قرۃ العین حیدر اس تہذیبی فضا کا ذکر کرتی ہیں جہاں نظام ڈاکو کا گیت سب کا من پسند تھا:

"اگر محمد اوتار جنم نہ لیتے۔۔۔۔ کیرتن منڈلی نے گایا۔۔۔
تو اللہ کی حکومت تر لوک میں قائم نہ ہوتی۔
نمو نمو ہے عبداللہ اور آمنہ
جے ہو مکہ کی نگری کی اور سارے اولیاء کی اور بی بی فاطمہ کی جو سارے جگ کی ماتا ہیں۔ جے ہو اتر میں ہمالیہ کی
جس کے قدموں میں تمام کائنات پھیلی ہے۔
۔۔۔۔۔۔۔۔"(۱۲)

ہندوستان میں ذات پات کے نظام نے انسانیت پر بیش بہا ستم ڈھائے ہیں۔ اس نظام کے اثرات صدیوں سے جوں کے توں ہیں اور ابھی تک اس میں تبدیلی نہیں اگر چہ مہذب قومیں انسانی برابری کا دعوٰی کرتی ہیں۔ اسلام نے اس نظام کو جڑ سے اکھاڑا اور واضح کیا کہ ادنٰی اور اعلٰی سب برابر ہیں۔ آدم مٹی سے بنے تھے سب انسان ان کی اولاد ہیں اور بڑائی صرف تقوٰی میں ہے۔ اسی مساوات اور انسانی برابری کا عکس ہمیں "آگ کا دریا" کی ان سطور میں نظر آتا ہے جہاں اسلامی تہذیب و ثقافت کا نمائندہ ابوالمنصور کمال الدین سوچتا ہے:

"شنیلا اب اس کی بیوی تھی، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ شودر ہونے میں کیا قباحت ہے۔ اس نے شنیلا کا نام آمنہ بی بی رکھا۔"(۱۳)

قرۃ العین حیدر ناول میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے تعمیراتی پہلو کو واضح کرتی ہیں ۔ عرب مسلمانوں نے ساتویں صدی کے تیسرے عشرے میں وسطی بحیرہ روم کے نزدیک جو شہر بسائے تھے۔ سومندی کے معیارات مسلمانوں کی ثقافت اور علوم کی اصولی بنیاد ہوتی تھی۔ تعمیرات میں اس اصول نے مہارت، تجربے اور تمدن کو وسعت بخشی تھی۔ ماہر حرفت کاروں نے تعمیرات سے متعلق خیالات کو ترقی دی تھی جو اسلام کے تصور کو اجاگر کرتا تھا اور تیزی سے پھیلتے ہوئے مذہب پر کاربند لوگوں کی ضروریات پوری کرتا تھا۔ عرب خلافت میں چونے سے نقش گری اسلامی فن معماری کا کمال فن قرار پایا تھا جن کے ساتھ ساتھ اینٹوں کو چن کر اور چینی مٹی کی موزائیکوں سے حسن کو دوبالا کیا جاتا تھا۔ خاص اسلامی فن تعمیر کو مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے برتا جاتا تھا۔ اسلام کی ثقافت کی سب سے پہلی نشانی مسجد قرار پائی تھی جو اللہ تعالٰی کی عبادت کے لیے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

لوگوں کے اکٹھے ہونے، ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے اور مذہبی علم حاصل کرنے کا مقام تھی۔ بعد میں مساجد کے ساتھ مدرسے بنانے کا رواج ہوا۔ قرۃالعین نے مسلم تہذیب وثقافت کے اس پہلو کو یوں پیش کیا ہے:

"اس کے دونوں لڑکے ماہر تعمیرات تھے اور گوڑ اور سنار گاؤں میں عمارتیں بنوانے میں مصروف تھے۔ گوڑ کی چھوٹا سونا مسجد اور گن منت مسجد کا نقشہ جمال نے تیار کیا تھا۔ جمال گوڑ کا میر عمارت تھا۔ بڑا سونا مسجد کی سبز اور نیلی اور سفید اور زرد اور نارنجی پچی کاری میں بنگال کے سارے رنگ سمیٹ لیے گئے۔ ان کے ستون، ان کی محرابیں اور گنبد خالص دیسی تھے۔ یہ عمارتیں بھی پال اور سین عہد کی تعمیرات کی روایت میں شامل ہو گئیں۔"(۱۴)

قرۃالعین حیدر نے اس تہذیبی اور ثقافتی آویزش کو جو صلیب وہلال میں صدیوں سے چلی آرہی ہے اور آج تک موجود ہے اسے مکمل پس منظر کے ساتھ بیان کیا ہے:

"پرتگال اندلس کے پاس تھا۔ اندلس۔۔۔ اس کے دل پر برچھی سی لگی، وہ لوگ وہاں مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اب یہاں بھی آن پہنچے۔ کمال کو یہ معلوم نہ تھا کہ پرتگالیوں کو ان کے بادشاہ نے اور پاپائے روم نے حکم دیا تھا کہ جس طرح مسلمان ہسپانیہ سے نکالے گئے اسی طرح ساری دنیا میں جہاں جہاں ملیں، چن چن کر ان کا قلع قمع کرو، ایک بھی زندہ نہ بچنے پائے۔ "انہوں نے گوا کی ساری مسجدیں ڈھادیں، مندروں کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا "اندھا برہمن کہتا رہا۔ "گوا کے ایک ایک مسلمان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ میں ہندو تھا اس لیے بچ گیا۔"(۱۵)

قرۃالعین حیدر نے ہجرت کے المیہ کو مسلم تہذیب روشن باب سے ملادیا ہے:

"مسلمانوں کا کوئی وطن نہیں ہے۔ سارا جہاں وطن ہے۔"(۱۶)

قرۃالعین حیدر نے "آگ کا دریا" میں اسلامی تہذیب وثقافت سے وابستہ واقعات اور نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے علامتی، اشاراتی اور بعض مقامات پر تفصیلی انداز اختیار کیا ہے۔ بعض رسوم وآداب ہندوستان کی تہذیبی فضا کے مشترکہ نشان تھے جنہیں بیان کرتے ان کا لہجہ سوگوار ہو جاتا ہے۔ محرم ایک ایسا تہوار تھا جس کو ہندو مسلم بلا تفریق مناتے تھے۔ یہ لال قلعہ اور لکھنؤ میں سرکاری سطح پر بھی منایا جاتا تھا، گویا ہند اسلامی تہذیب کا ایک لازمی جزو تھا۔ تقسیم کے وقت کئی گردوارے، مندر، مسجدیں، تعزیے، علم اور عزاداری کی ایک روایت، اندیشوں کی زد میں تھے کیونکہ ایک اور کربلا بپا ہو رہی تھی۔ قرۃالعین حیدر نے اپنے کرداروں کے ذریعے تقسیم کے حوالے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ نظریاتی تفاوت کا ذکر کیا ہے جو نئے پیدا شدہ حالات کی وجہ سے ہر شخص محسوس کرتا تھا اور اس کے لیے باعث قبولیت بھی تھا اور جسے دو قومی نظریہ کی بنیاد سمجھا جاتا ہے:

"آج اگر فاسٹر دوسرا "پیسج تو انڈیا" لکھے تو اسے اپنا یہ کردار بدلنا پڑے گا۔ اب ڈاکٹر عزیز ہندوستان کا نمائندہ نہیں رہا۔ اب ہر مسلمان لامحالہ پاکستانی ہے۔ اب ہندو ہندوستان کا صحیح نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔"(۱۷)

"ہندوستان کی پوری کوشش کر کے یہ ثابت کرنے میں مصروف تھا کہ تقسیم غلط تھی اور ملک دراصل ایک ہے اور اس کی تہذیب ناقابل تقسیم۔ پاکستان یہ ثابت کرتا ہے تقسیم بالکل جائز اور صحیح تھی اور یہاں کی کلچر بے حد مختلف ہے اور اسی علیحدہ قومیت کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا ہے۔"(۱۸)

اسلامی تعلیمات کے مطابق کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز ایک مخصوص حکمت کے تحت ایک متعین مدت کے لیے کام کر رہی ہے۔ قرآن پاک میں موت وحیات کے فلسفے کو سورۃ ملک میں واضح کیا ہے کہ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے بہتر جدجہد کون کرتا ہے اور وہی عزت بخشنے والا ہے۔ موت ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ قرۃالعین حیدر نے ناول میں قرآن

کے اس پیغام کوواضح کیا ہے اور لکھنو کے باسیوں کی عیش ونشاط اور اس خوبصورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زندگی اور حسن کی ناپائیداری دکھائی ہے کہ عالم نشاط میں یہ کل کی خبر بھول گئے ہیں:

''حسن پائیدار نہیں ہوتا۔۔ہر شے فنا ہے،فنا سے بچو،دکھ سے بچو،سائے سے بچو۔۔۔مت بھولو کہ ہر حسن میں موت پوشیدہ ہے۔''۔''وقت،اور حسن اور موت۔''(۱۹)

قرۃالعین حیدر نے "آگ کا دریا" میں تاریخی ادوار کی مختصر تفصیل کے ساتھ اسلامی تہذیب وثقافت کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔اگرچہ اس میں المیہ رنگ پیش پیش ہے۔اسلامی تہذیب کے اہم مراکز کے اجڑنے اور مٹنے کی داستان ہے جسے حیدر نے کمال فنکاری سے پیش کیا ہے۔

قرۃالعین حیدر کا ناول ''کار جہاں دراز ہے'' سوانحی دستاویزی ناول ہے جو بنیادی طور پر تاریخ اور تہذیب و تمدن کے ان دھاروں پر مشتمل ہے جس نے اسلامی تہذیب و تمدن کو حیات نو بخشی اور لازوال قربانیوں کی انمٹ داستاں رقم کی۔یہ سوانحی ناول صرف قرۃالعین حیدر کے خاندانی حالات کے بیان پر محدود نہیں ہے بلکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کی مخصوص سیاسی اور تہذیبی زندگی میں مسلمانوں کی شخصیت کی تکمیل اور اس کا ارتقا کس طرح ہو۲۰۔"کار جہاں دراز ہے" تین جلدوں پر مشتمل ہے اور تمام جلدوں کی مزید تقسیم فصول کی صورت میں اور فصول کو ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔بعد میں یہ تمام جلدیں ایک ضخیم ناول کی صورت میں اکٹھی بھی شائع ہو چکی ہیں۔قرۃالعین نے جلد اول میں اپنے والدین اور جلد دوم میں اپنے حلقہ احباب میں شامل ادبی شخصیات کا ذکر کیا ہے۔جلد اول ۱۹۴۷ء پر ختم ہوتی ہے۔جلد دوم (مع تصاویر) ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۱ اور ۱۹۷۶ء تک کا افسانہ ہے۔جلد دوم کے اختتام پر مصنفہ لکھتی ہیں:

"دوستو جلد اول میں ۷۴۰ء سے ۱۹۴۷ تک کی داستان تاجیک نژاد افسانہ خواں نے میڈیول مورخ، صوفی تذکرہ نگار، درباری وقایع نویس، فیوڈل داستان گو، وکٹورین ناولسٹ، سیاسی کالم نویس اور اردو افسانہ نگار کے روپ میں آآ کر آپ کو سنائی۔۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۸ء تک کا قصہ اپنا اور پاکستانی رشتے داروں اور دوستوں کا جلد دوم میں رقم کیا گیا۔جلد سوم میں ۱۹۶۲ء سے تادم تحریر،داستان کشور ہند، یہاں کے اعزا اور احباب کی اوپر والے اسٹیج ڈائریکٹر نے اگر چاہا تو پیش کی جاوے گی (۲۱)۔

قرۃالعین حیدر "کارِ جہاں دراز ہے" کا تعارف حمد سے کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرتی ہیں، جو اسلامی طرز فکر اور تہذیب کی بنیاد اور جزو اول ہے:

خداوندا کبر سمیعاً بصیرا بقدرت علیٰ کلی شعیٍ قدیرا(۲۲)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے، حمد و مناجات، عبادت وخدمت خلق میں زندگیاں تیر کر دیں۔نہ دنیادوں بدلی نہ سلسلہ علت و معلول۔اور فرشتے ہیں کی لکھے چلے جارہے ہیں۔۔۔(۲۳)

وہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے اہم واقعات کا ذکر کرتی ہیں۔اسلامی تاریخ کے اہم کرداروں کی سرگذشت ہمیں تاریخ کے ان ادوار میں لے جاتی ہے جب آل علیؑ پر سرزمین عرب تنگ کر دی گئی۔۷۴۷ء کے کوفے میں حضرت زیدن الورد(Zaid the Rose) کو جن کا چہرہ گلاب کی مانند تازہ تھا، شہید کرنے سے قبل خلیفہ وقت نے ان سے کہا تھا"زید! تم بہت حسین کہلاتے ہو۔تمھارے لیے موت بھی حسین اور گلرنگ تلاش کروں گا۔" جناب زید شہید کی اولاد مزید پرسیکیوشن سے بچنے کے لیے جا بجا تک منتشر ہوئی ۲۴۔قرۃالعین حیدر اسلامی تاریخ کے اس لازوال سفر کی داستان سناتی ہیں۔فرات سے جیحوں کا سفر، جد امجد زید بن امام زین العابدین نے حاکم وقت سے بغاوت کی تھی۔۷۴۴ء میں شہید کیے گئے۔لاش قبر سے نکالی گئی۔اسے صلیب پر لٹکایا گیا۔پھر جلا کر اس کی راکھ فرات میں بہادی گئی۔فرات سے ہجرت کر کے بلخ سے پچاس میل دور جیحوں کے کنارے ترمذ میں آباد ہوتے ہیں۔سید کمال الدین ترمذی کے بیٹے سید جلال الدین غازی روہیل کھنڈ جابستے ہیں۔ان کی اولاد کا سلسلہ پندرہویں صدی میں سید حسن عسکری تک پہنچتا ہے۔ان کے صاحبزادے سید ضیاءالدین سرکار قصبہ نہٹور ضلع بجنور میں تعینات ہوتے ہیں اور ایک معرکے میں شہید ہو جاتے ہیں۔باپ کی موت کی خبر سن کر ان کے بیٹے میر حسن اپنے تیر گر ساتھی کے ساتھ ملازمت سے استعفےٰ دے کر نہٹور آجاتے ہیں۔ان کی یہیں شادی ہوتی ہے اور اولاد سادات نہٹور کہلاتی ہے جو قرۃالعین کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

خاندان ہے۔وفادار تیر گر کی اولاد نے محلہ تیر گراں بسایا جو آج تک آباد ہے۔سادات نہٹور تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر جاتے ہیں۔یہ تھی فرات سے جیحوں۔جیحوں سے جمنا اور گنگا اور گومتی اور گاگن تک کی کہانی۔ناول کا پہلا اہم کردار سید کمال الدین ترمذی کا ہے جو بارہویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ ہندوستان آکر کیتھل میں آباد ہوتے ہیں اور ہندوستان میں سادات نہٹور کے جدامجد کہلاتے ہیں۔ان کی اولاد نہٹور میں آکر آباد ہوتی ہے۔اس کے بعد دیگر کردار بھی آتے ہیں مگر دو اہم کردار میر بندے علی ترمذی اور میر احمد علی ترمذی شامل ہیں۔میر بندے علی تحصیل دار ہیں اور میر احمد علی برٹش آرمی میں ہیں۔نہٹور قصبہ ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔قرۃالعین حیدر اسلامی تاریخ کے اس المناک باب کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"۱۲۱۶ء میں ابن اسفندیار نے تاریخ طبرستان (مترجمہ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن) میں لکھا تھا کہ "کہ خلیفہ المتوکل باللہ عباسی (۸۴۷ء تا ۸۶۱ء) کے بے پناہ مظالم سے بچنے کے لیے اولاد علیؓ ویرانوں اور کھنڈروں میں سر چھپاتی پھرتی تھی۔اس وقت انھوں نے دور دراز کوہ البرز کا رخ کیا۔اعقاب حضرت عمر اشرف بن امام زین العابدین نے بحیرہ کیسپین کے ساحلی ممالک طبرستان اور گیلان پر اپنی حکومت قائم کی۔آل زید شہیدؒ بن امام زین العابدینؓ کے متعدد افراد نے جن میں سید حسین ابو عبداللہ محدث شامل تھے، ترمذ کو اپنا وطن بنایا۔اب ان بزرگوں کی اولاد میں سید کمال الدین بن عثمان ترمذی نے اگر ۱۱۸۰ء میں ترکمانیہ سے ہند کا رخ نہ کیا ہوتا تو آج ہم لوگ سویٹ روس کے کمیونسٹ باشندے ہوتے۔"(۲۵)

قرۃالعین حیدر کی اسلامی تاریخ اور اپنے اجداد کی تہذیب سے وابستگی کے عملی اشارات ہمیں "کار جہاں دراز ہے" میں ملتے ہیں۔دشت لوط سے شروع ہونے والا سفر ہندوستان کے قصبہ نہٹور میں اپنے تسلسل کو جاری رکھتا ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن کی تابناکی اور شکست کا مظہر بن کر سامنے آتا ہے۔یہیں قرۃالعین حیدر کے اجداد نے ہریانوی زبان میں تبلیغ اسلام شروع کی اور "مجھے ہے حکم اذاں۔۔۔۔" کا عملی کام شروع کیا۔اس کے ابتدائی نشان ہمیں اس لشکر سے ملتے ہیں جو شہاب الدین، علاؤالدین جہاں سوز کے بھتیجے کے ہندوستان پر حملے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے متعلق ہے:

"۱۱۹۲ء میں سید کمال الدین ترمزی نے بی بی بچوں اور رفقاء کے ہمراہ دوبارہ قصد ہند کیا۔راہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لشکر جرار درہ خیبر کی طرف رواں ہے کہ سلطان شہاب الدین اور علاؤالدین جہاں سوز کے بھتیجے کا لشکر تھا۔سلطان معہ مقربین وسپہ سالار کے آکر ملاقی ہوا اور بولا کہ بے سروسامانی میں برائے تبلیغ دین مبین ہند جانا خالی از ملال نہیں۔فرمایا کہ فقیر کو تائید ایزدی کافی ہے۔بعد ازاں اپنے فرزند جرار سید ابراہیم کو سلطان کی فوج کے ہمراہ کیا۔فتح دہلی کے بعد بہ طلب سلطان شہاب الدین غوری سید کمالالدین ترمزی دہلی تشریف لائے۔بعد ازاں قصبہ کیتھال میں قیام کیا۔آپ کی توجہ سے ایک ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔"(۲۶)

قرۃالعین حیدر نے انھی سطور میں عظیم بزرگ سید کمال الدین حیدر کے چند بیٹوں اور ان کی خدمات اور شہادت کا ذکر بھی کیا ہے۔دین اسلام کے نامور مشائخ اور صوفیا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ترمذی اور بخاری سادات جوق در جوق ہندوستان آنا شروع ہوئے اور مسلمان سلاطین کی اس پالیسی کا ذکر کرتی ہیں کہ مقبوضہ علاقوں میں وہ ترکوں اور سادات کو آباد کرتے تھے اور سادات کو عموماً قاضی بنایا جاتا تھا۔"کار جہاں دراز میں" میں قرۃالعین نے مسلمان دور سلطانیہ سے لے کر مغلیہ دور تک ہندوستان کے مسلمانوں کو جن تہذیبی اور ثقافتی رویوں کا سامنا رہا اور انگریزوں کے آمد کے ساتھ صدیوں سے مستحکم اس تہذیب کی جو ٹوٹ پھوٹ ہوئی، کا تجزیہ دقت نظر سے پیش کیا ہے۔ناول میں آنے والے مختلف عنوانات "فرات سے جیحوں، جیحوں سے جمنا، شکنتلا کا دیس، وقائع عالمگیری، امام باڑہ، افغان باقی، کہسار باقی، وغیرہ تہذیبی اور ثقافتی علامات واشارات ہیں جو ہندوستان میں اہل سادات کی آمد سے وابستہ ہیں۔ان عنوانات میں درج تفصیل سے ہمیں اسلامی تہذیب وثقافت کے مختلف پہلوؤں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

"قرۃالعین حیدر اس حقیقت پر اصرار کرتی ہیں کہ قوموں کا تہذیبی تشخص ان کی تاریخ میں اور افراد کا تشخص ان کے ماضی میں پنہاں ہوتا ہے۔اس لیے ان کے ناولوں میں ماضی اور حال کا تجربہ ایک ساتھ ہوتا ہے۔"(۲۷)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

فتح محمد ملک اپنے مضمون "قرۃالعین حیدر اپنی تلاش میں" میں لکھتے ہیں کہ "کار جہاں دراز ہے" کی شان نزول حضرت شاہ ولی اللہ کے تجدیدی کارناموں کے نکتہ آغاز کی یاددلاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے خواب میں اشارہ پاکر حجۃ اللہ البالغہ لکھنا شروع کی تھی اور قرۃ العین حیدر نے نہٹور کے ویران آبائی مکانات کے کھنڈرات میں ہاتف کی صدائے برخیز و بنگر سن کر کوفہ سے کوفہ تک صدیوں پر پھیلے ہوئے سفر کا عزم باندھا اور جب بارہ سو سال تک مختلف زمانوں اور زمینوں میں سرگرداں رہنے کے بعد منزل پر پہنچیں تو انجام میں آغاز کا منظر دیکھا ۸۲۔

ہندوستان میں اسلامی تہذیب وثقافت اور اس کے اثرات کے موثر ہونے کا سبب مسلمان صوفیاء اور اولیا کی تبلیغ تھی جس کی بنیاد ذات پات کے نظام کی نفی پر تھی۔ جس میں توحید الٰہی کا پیغام اور مساوات انسانی کا درس تھا۔ اس میں مسلمان حکمرانوں کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے ان کے اعزاز و اکرام میں کمی نہ آنے دی۔ انھیں اہم مناصب اور جاگیروں سے نوازا کہ اسلام کی ترویج واشاعت کا کام تسلی سے کر سکیں۔ "کار جہاں دراز ہے" قرۃ العین حیدر کے خاندانی حالات وواقعات پر ہی مبنی نہیں بلکہ اس میں ہندوستان میں اسلامی دور کے عروج وزوال کی مکمل سرگذشت موجود ہے۔ ہندوستان کی مخصوص تہذیبی فضا میں مسلمانوں نے کس طرح اپنے وجود کو برقرار رکھا اور اسلام کے اثرات کو کس طرح پھیلایا، اس سلسلہ میں قرۃ العین حیدر نے قدیم تاریخی دستاویزات، شاہی فرامین، خطوط، ڈائریوں سے استفادہ کیا۔ وہ ناول میں اپنی خاندانی عظمت، سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کو بیان کرتی ہیں لیکن خاندان کے وہ افراد جنھوں نے جیجوں سے ہندوستان تک اسلام کی حقانیت کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا وہ اس عظیم الشان تہذیبی اور ثقافتی ورثے کے نمائندہ ہیں جن کا ذکر "کار جہاں دراز ہے" میں ہے۔

حواشی اور حوالہ جات:

۱۔ عابد حسین، سید، ڈاکٹر۔ قومی تہذیب کا مسئلہ، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ہند۔ ۱۹۵۵، ص ۸۔

۲۔ Encyclopedia Britannica (Volume-ii) William Benton Publisher ,Helen publisher. Helen Hemingway Benton Chicago USA.1973-74.

۳۔ عبدالحلیم شرر، مولانا۔ گزشتہ لکھنؤ، مرتبہ رشید حسن خاں۔ مقدمہ، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۔

۴۔ محمد مارماڈیوک ولیم پکھتال (مترجم توراکینہ قاضی)۔ اسلامی ثقافت اور دور جدید۔ لاہور: منشورات منصورہ، لاہور۔ ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۔

۵۔ سید ابوالحسن علی ندوی۔ اسلامی تہذیب وثقافت۔ دعوت اکیڈمی۔ اسلام آباد: بین القوامی اسلامی یونی ورسٹی۔ ۲۰۰۵ء، ص ۳۹۔

۶۔ سید محمود، ڈاکٹر۔ "متحدہ ہندوستانی قومیت" مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب۔ مرتبہ ڈاکٹر کامل قریشی۔ دہلی: اردو اکادمی۔ ۲۰۰۹، ص ۵۰۔

۷۔ قرۃالعین حیدر۔ آگ کا دریا۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۰، ص ۸۵۔

۸۔ بحوالہ نشاۃ المدارس المستقلۃ فی الاسلام۔ ناجی معروف۔ بغداد: مطبعۃ الازہر۔ ۲۰۱۶ء، ص ۵۔

۹۔ قرۃالعین حیدر۔ آگ کا دریا۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۰، ص ۱۱۸۔

۱۰۔ ایضًا، ص ۱۱۸۔

۱۱۔ ایضاًص ۱۱۸۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۱۹۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۲۰۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۰۹۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۴۱۸۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۱۴۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۲۲۔

۱۹۔ ایضاً، ۱۴۷۔

۲۰۔ نیلم فرزانہ۔ اردو ادب کی خواتین افسانہ نگار۔ لاہور: فکشن ہاؤس۔ ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۳۔

۲۱۔ قرۃالعین حیدر۔ کار جہاں دراز ہے (جلد اول، جلد دوم)۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ ۲۰۰۳ء، ص ۶۳۷۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۹

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۳

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۰

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۰

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۱، ۲۰

۲۷۔ ارتضٰی کریم ملک۔ قرۃالعین حیدر ایک مطالعہ۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ ۱۹۹۲ء، ص ۳۹

۲۸۔ قرۃالعین حیدر، خصوصی مطالعہ مرتبہ سید عامر سہیل، شوکت نعیم۔ ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۳ء، ص ۵۵۹۔